ماڈیول کی تفصیلات اور اس کا خاکہ

Details of Module and its structure

ماڈیول کی تفصیلات Module Detail	
مضمون کا نام Subject Name	اردو Urdu
کورس کا نام Course Name	ثانوی سطح کے اردو اساتذہ کے لیے آن لائن تربیتی کورس Online Course for Urdu Teaching at Secondary Stage
ماڈیول کا عنوان Module Name/Title	اردو زبان و ادب کا ارتقا Urdu Zuban-o-Adab ka Irteqa
ماڈیول آئی ڈی Module ID	**UTSS_01**
مقاصد Objectives	اس ماڈیول کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ: 1 اردو زبان کے ابتدائی نقوش اور ادب کے فروغ کے بارے میں بتا سکیں گے۔ 2 اردو کی اہم تصانیف اور تالیفات کے بارے میں بتا سکیں گے۔ 3 اردو کے اہم شاعروں کے بارے میں جان سکیں گے۔ 4 اردو کے اہم نثر نگاروں کے بارے میں جان سکیں گے۔
کلیدی الفاظ Keywords	زبان، ادب، تہذیبی عوامل، اردو نثر، شاعری، رسم الخط، نستعلیق، شمالی ہند، دکن، لغت، سب رس، بکٹ کہانی، کربل کتھا

ڈیولپمنٹ ٹیم

Development Team

کردار **Role**	نام **Name**	ادارہ **Affiliation**
کورس کو آرڈینیٹر **Course Coordinators**	پروفیسر محمد فاروق انصاری **Prof. Mohd. Faruq Ansari** پروفیسر دیوان حنان خان **Prof. Diwan Hannan Khan**	ڈی ای ایل، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی **DEL, NCERT, New Delhi** ڈی ای ایل، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی **DEL, NCERT, New Delhi**
کورس ایڈمنسٹیٹر **Course Administrator**	ڈاکٹر عزیر احمد **Dr. Uzair Ahmad**	ڈی ای ایل، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی **DEL, NCERT, New Delhi**

اردو زبان وادب کا ارتقا

فہرست

1۔ تمہید 2

2۔ اردو زبان کا تعارف 3

3۔ رسم الخط 5

4۔ شمالی ہند میں اردو کے ابتدائی نقوش 5

5۔ دکن میں اردو زبان وادب کا ارتقا 7

5۔ خلاصہ 8

1۔ تمہید

درس وتدریس کے میدان میں زبان بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ زبان کو وسیلہ اس لیے بنایا جاتا ہے کہ یہ انسانی تجربات ومحسوسات کا سب سے مناسب ذریعۂ اظہار ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آج بھی زبان وادب کی تعلیم کے سلسلے میں پرانے طریقۂ تدریس پر ہی اکتفا کیا جارہا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ نئے نئے طریقے استعمال کیے جائیں۔ اگر زبان پر قدرت ہے تو زبان وادب کے علاوہ دوسرے مضامین کو بھی بہتر اور مؤثر انداز سے پڑھایا جاسکتا ہے۔

2۔ اردو زبان کا تعارف

آپ جانتے ہیں کہ کسی زبان کا بنیادی عمل اس سماج کے لوگوں میں ایک دوسرے تک اپنی بات پہنچانا ہے۔ انسان کی اسی بنیادی ضرورت کے تحت دنیا کی تمام زبانیں وجود میں آئی ہیں۔ زبان انسانی معاشرت کے ساتھ ساتھ ارتقائی منازل طے کرتی ہے۔ انسانی شعور اسے نکھارتا ہے۔ افکار وخیالات کا نظام اسے روشنی دیتا ہے۔ زندگی کے مختلف عوامل اور تجربات اسے بناتے اور سنوارتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ زبان کو نہ تو کوئی فرد ایجاد کر سکتا ہے اور نہ فنا کر سکتا ہے۔ مختلف تہذیبی عوامل، رنگا رنگ عناصر، مسلسل میل جول اور سماجی رسوم گھل مِل کر صدیوں میں کسی زبان کے خدو خال اُجاگر کرتے ہیں۔ زبان کی ترقّی کے ساتھ ساتھ اس میں بول چال سے آگے بڑھ کر لکھنے پڑھنے کا سلسلہ بھی شروع ہوتا ہے۔

اردو دنیا کی دیگر زبانوں کے مقابلے میں قدرے نئی زبان ہے لیکن اس نے بہت تیزی کے ساتھ ترقی کی ہے۔ دنیا کے بہت سے ممالک میں یہ زبان نہ صرف بولی، سمجھی اور پڑھی جاتی ہے بلکہ اس میں ادب تخلیق ہوتا ہے۔ اس زبان کا ادبی اثاثہ اس قدر وسیع اور متنوِّع ہے کہ اسے دنیا کی کسی بھی زبان کے ادب کے ہم پلّہ رکھا جاسکتا ہے۔ اردو کے بہت سے شعرا کے کلام میں زندگی کے حقائق کو اس طور پر پیش کیا گیا ہے کہ یہ شاعری آفاقی نوعیّت کی حامل ہوگئی ہے۔ یہی معاملہ اردو نثر کا ہے۔ اردو کا نثری ادب اہل اردو کے علاوہ دیگر اہل زبان کے لیے بھی خاص دلچسپی کا باعث ہے۔

اردو زبان کے خدوخال گیارھویں صدی سے بننے شروع ہوئے۔ ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، پارسی اور جین سبھی کے میل جول سے اس زبان کو فروغ حاصل ہوا۔ فارسی، عربی، ترکی، سنسکرت اور پراکرت بولنے والوں کے آپسی اختلاط سے ایک نئی زبان بنتی چلی گئی۔ ہندی، ہندوی، ہندوستانی، ریختہ اور اردوئے معلّیٰ کے ناموں سے پکاری جانے والی یہ زبان بالآخر اردو کہلائی۔ جیسے جیسے اس زبان کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، اس میں لکھنے پڑھنے کا عمل شروع ہوا اور اس نے ترقّی یافتہ شکل میں اپنی پہچان قائم کرلی۔

"اردو" ترکی زبان کا لفظ ہے۔ یہ زبان مختلف زبانوں کے بولنے والوں اور مختلف تہذیب وتمدّن کے حامل لوگوں کے میل جول سے وجود میں آئی۔ اس میل جول نے ایک مشترکہ تہذیب کو جنم دیا جسے 'گنگا جمنی تہذیب' کہتے ہیں۔

لسانیاتی نقطۂ نظر سے یہ ایک جدید ہند آریائی زبان ہے جس پر فارسی، عربی اور ہندوستان کی علاقائی زبانوں کے اثرات زیادہ ہیں۔ ایک جدید ہند آریائی زبان ہونے کے سبب اس کا رشتہ سنسکرت کے ساتھ بھی اتنا ہی گہرا ہے جتنا کہ دوسری علاقائی یا آریائی زبانوں کے ساتھ۔

لسانیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ انسانوں کی طرح زبانوں کے بھی خاندان ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے دنیا کی تمام زبانوں کو آٹھ بڑے خاندانوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ زبانوں کا سب سے بڑا خاندان ہند یورپی خاندان ہے۔ ہند آریائی، اسی ہند یورپی خاندان کی ایک شاخ ہے۔ اردو زبان کے ارتقا کو سمجھنے کے لیے اردو کا شجرہ یہاں پیش کیا گیا ہے۔

قدیم ہند آریائی: 1500 ق م سے 500 ق م تک

↓

وسطی ہند آریائی: 500 ق م سے 600 عیسوی تک (پراکرتوں کا زمانہ)

↓

جدید ہند آریائی: 600 عیسوی سے 1000 عیسوی تک (اپ بھرنشوں کا زمانہ)

↓

ویدک سنسکرت

↓

کلاسیکی سنسکرت

↓

پراکرتیں (قدرتی زبانیں)

↓

پشاچی | اردھ ماگدھی | ماگدھی | شورسینی | مہاراشٹری

شورسینی ↓

شورسینی اپ بھرنش

↓

مغربی ہندی

↓

کھڑی بولی | بانگڑو ہریانی | برج | بندیلی | قنوجی

کھڑی بولی ↓

اردو | ہندی

3۔رسم الخط

زبان کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ اس کا کوئی رسم الخط ہو۔ کسی زبان کا رسم الخط جس قدر آسان اور خوب صورت ہو گا، اتنی ہی وہ زبان ترقی کرے گی۔

اردو کو جب اپنے رسم الخط کی ضرورت پیش آئی تو اس نے اس وقت کے رائج رسم الخط کے اختلاط سے اپنا مخصوص خط اپنایا۔ ہم جانتے ہیں کہ اس وقت کئی قسم کے رسم الخط کا رواج تھا، جن میں 'نسخ' اور 'تعلیق' رسم الخط کی خاص اہمیت تھی۔ ان دونوں کے اشتراک سے خط 'نستعلیق' بنا، جس کا اپنا حسن اور کشش ہے۔ یہی اردو کا معیاری رسم الخط ہے۔ اپنے اختصار کے لحاظ سے نستعلیق ایک طرح کا شارٹ ہینڈ ہے۔ ہر حرف کا شوشہ، نقطہ، مرکز اور دائرہ مکمل ہوتا ہے۔ عبارت زیادہ اور جگہ کم ہو تو قلم کو دبا کر یا حروف کو اوپر نیچے لکھ کر بھی اس کے حسن کو برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ اپنے تمام تر حسن و آرائش کے ساتھ نستعلیق کو پڑھنا بھی آسان ہوتا ہے۔

4۔شمالی ہند میں اردو کے ابتدائی نقوش

عام طور پر محققین نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ اردو کی پیدائش دہلی اور اس کے نواحی علاقوں میں ہوئی۔ تیرھویں صدی میں امیر خسرو جیسی عظیم شخصیت کی موجودگی یہ بتانے کے لیے کافی ہے کہ ادبی زبان کے طور پر اردو نے اپنی کارکردگی کا آغاز کر دیا تھا۔

امیر خسرو کے ہندوی یعنی قدیم اردو کلام پر بحث کرنا آسان نہیں۔ حافظ محمود شیرانی، ظ۔ انصاری اور رشید حسن خاں امیر خسرو کے ہندوی کلام کو مستند نہیں مانتے۔ حالانکہ تاریخی طور پر یہ طے ہے کہ امیر خسرو نے ہندوی میں اشعار کہے تھے لیکن ضبط تحریر میں نہ آنے کی وجہ سے بیشتر کلام محفوظ نہ رہ سکا۔

امیر خسرو کے بعد چودھویں صدی عیسوی کے درمیان صوفیوں اور بھکتوں نے اس نئی زبان کو اپنایا۔ مولوی عبدالحق نے اپنی کتاب "اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا حصّہ" میں صوفیائے کرام کی ملفوظات یا ان کے شاگردوں کی تحریروں سے ایسی تمام چیزوں کو جمع کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ بارھویں سے پندرھویں صدی کے بیچ اس زبان کا رنگ روپ کیا تھا۔

صوفیانہ یا بھکتی تحریک نے اس ترقی پذیر زبان کو تہذیب و تمدّن کے نئے وسائل سے ہم کنار کیا۔ مگر اردو کے ابتدائی سرمائے پر گفتگو کرتے ہوئے اکثر ناقدین بھکتی تحریک کے زیرِ اثر لکھے گئے ادب کو علاحدہ سے اہمیت نہیں دیتے۔ اس وجہ سے اردو کی ادبی تاریخ میں شمالی ہندوستان میں امیر خسرو کے بعد کوئی تین سو برسوں تک اندھیرا چھایا رہا۔ اس دور میں سورداس، تلسی داس، نام دیو اور تکارام کے ساتھ ساتھ کبیر، نانک اور ملک محمد جائسی کے نام بھی لیے جاسکتے ہیں۔

شمالی ہندوستان میں اردو کی پہلی مستقل تصنیف محمد افضل کی "بِکٹ کہانی" ہے۔ دکن کی مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" سے شمال کی اس "بکٹ کہانی" تک دو سو برس گزر چکے تھے۔ سترھویں صدی میں "خالقِ باری" (مصنّفہ ضیاء الدین خسروی) کو بھی ایک اہم دستاویز مانا جاتا ہے۔

اٹھارھویں صدی سے قبل شمالی ہندوستان میں اردو میں کوئی باضابطہ نثری تصنیف نہیں دکھائی دیتی۔ اٹھارھویں صدی میں اہلِ اردو شمالی ہندوستان میں نثر کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ یہاں کی پہلی نثری تصنیف "کربل کتھا" ہے جس کے مصنف فضل علی فضلی ہیں۔ اس کتاب سے پورے ایک سو برس قبل دکن میں نثری شاہکار "سب رس" لکھا جاچکا تھا۔ شمالی ہندوستان کی پہلی غیر مذہبی ادبی تخلیق "قصّہ مہر افروز و دلبر" ہے۔ جسے عیسوی خان بہادر نے 1732-1759 کے درمیان لکھا۔ مسعود حسین خان نے اس کتاب کی زبان کو قصّہ گوئی اور لسانی ارتقا دونوں پہلوؤں سے اہم مانا ہے۔

اٹھارھویں صدی میں ہی سراج الدین علی خاں آرزو نے ایک لغت "نوادرِ الفاظ" تیار کی۔ اس کتاب سے اردو کی لسانی تبدیلیوں کی جانچ پرکھ کی جاسکتی ہے۔ حسین عطا خاں تحسین نے "نوطرزِ مرصّع" لکھی۔ قصّہ گوئی کی ایک اہم کتاب "عجائب القصص" بھی اسی صدی کے اواخر کی یادگار ہے جس کے مصنف شاہ عالم ثانی تسلیم کیے جاتے ہیں۔ اسی زمانے میں مولوی شاہ رفیع الدین دہلوی اور شاہ عبدالقادر دہلوی نے قرآن پاک کے اردو ترجمے کیے۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ اردو کی پیدائش شمالی ہندوستان میں ہونے کے باوجود ابتدائی زمانے میں یہاں اردو تصنیفات کا فقدان رہا ہے جبکہ دکن میں اس زبان نے اپنا بڑا سرمایہ چھوڑا ہے۔ اس کی کوئی ایک وجہ بتانا مشکل ہے۔ شاید اشرافیہ سماج میں فارسی کو دیگر زبانوں پر فوقیت حاصل تھی اس لیے اردو تحریر کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔ لوگوں نے فارسی کے مقابلے میں اس نئی زبان کو محفوظ رکھنا ضروری نہیں سمجھا۔ یہ کوتاہی شمالی ہندوستان میں امیر خسرو سے لے کر اٹھارھویں صدی تک جاری رہی۔ لیکن شمالی ہند میں اردو کا رواج اٹھارھویں صدی کی شاعری میں اور انیسویں صدی کی نثر اور شاعری دونوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

5۔ دکن میں اردو زبان وادب کا ارتقا

محمد بن تغلق نے سیاسی ضرورت کے تحت چودھویں صدی عیسوی میں دارالسّلطنت کو دہلی سے دکن منتقل کیا۔ بادشاہ کے قافلے کے ساتھ ہزاروں علما، زبان داں، مذہبی پیشوا اور تجارت پیشہ افراد دہلی سے دکن پہنچ کر وہاں آباد ہو گئے۔ اسی صدی میں دکن میں بہمنی سلطنت کا بھی عروج ہوا۔ سلطنت کے کام کاج میں فارسی اور عوامی رابطے کے لیے دہلی اور اس کے مضافات سے آئی ہوئی زبان اردو موجود تھی۔ دکن کو دہلی کے بعد اردو کی تشکیل کی دوسری تجربہ گاہ ماننا چاہیے۔ جہاں مختلف دراوڑی زبانوں سے شیر و شکر ہو کر یہ زبان بہت تیزی سے اپنی ترقّی کی منزلیں طے کرنے لگی۔

ایک عرصے تک خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی تصنیف "معراج العاشقین" کو اردو کا پہلا ادبی کارنامہ مانا جاتا تھا۔ لیکن جدید تحقیق کے مطابق معراج العاشقین سے قبل لکھی جانے والی کتابیں بھی سامنے آ چکی ہیں۔

دکن میں لکھی گئی پہلی کتاب فخر دین نظامی کی مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" ہے۔ اسی دور میں شاہ میراں جی شمس العشاق نے تصوّف کے موضوع پر بعض رسائل اور نظمیں لکھیں۔ "شہادۃ الحقیقت" اور "خوش نامہ" ان کی ایسی تخلیقات ہیں جن میں ہندی بحروں کا استعمال کیا گیا ہے۔ سید شاہ اشرف بیابانی نے چودھویں صدی کی ابتدا میں مثنوی "نوسرہار" لکھی اور خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے پوتے سیّد عبداللہ حسینی نے "نشاط العشق" کا دکنی میں ترجمہ کیا۔

اردو زبان وادب کے ارتقا میں دکن کی سلطنتوں کا گہرا رِشتہ رہا ہے۔ ان میں عادل شاہی اور قطب شاہی حکومتوں کی خاص اہمیت ہے۔

عادل شاہی دور میں ہمیں سب سے پہلے ابراہیم عادل شاہ کی تصنیف "کتابِ نورس" کا پتا چلتا ہے۔ اسی دور کے دکن میں دوسرا بڑا شاعر نصرتی موجود تھا جس کی مثنویاں "گلشنِ عشق" اور "علی نامہ" اردو کی قدیم کتابوں میں اب بھی ممتاز تسلیم کی جاتی ہیں۔ نصرتی، علی عادل شاہ ثانی کا درباری شاعر تھا۔ صوفی شاعر برہان الدین جانم کی "کلمۃ الحقائق" دکن کی پہلی نثری تخلیق ہے۔ انھوں نے مختلف مثنویاں بھی تحریر کیں جن میں "ارشاد نامہ" اور "وصیت الہادی" قابلِ ذکر ہیں۔ عادل شاہی حکومت کے عہد میں صوفیا سے الگ عشقیہ شاعری کرنے والے بھی کم نہیں تھے۔ رستمی نے 24 ہزار اشعار کی مثنوی "خاور نامہ" 1649 میں تخلیق کی۔ سید میراں ہاشمی کی "یوسف زُلیخا" مَلِک خوشنود کی "جنت سنگار" صنعتی کا "قصّۂ بے نظیر" اور مرزا محمد

مقیم مقیمی کی "چندر بدن و مہیار" حسن شوقی کی "فتح نامہ نظام شاہ" اور عبدل کی "ابراہیم نامہ" ایسی تخلیقات ہیں جن کے تذکرے کے بغیر دکن میں اردو مثنوی اور قصیدے کے ارتقا کی تاریخ مکمل نہیں ہو سکتی۔

قطب شاہی حکومت میں آٹھ بادشاہ ہوئے لیکن اس کے پانچویں بادشاہ محمد قلی قطب شاہ نے دکنی ادب میں شاعری اور نثر کے وہ شہ پارے تخلیق کیے جنھیں اردو کی ادبی تاریخ کے سرمائے میں اہم مقام حاصل ہے۔ قلی قطب شاہ کے بعد محمد قطب شاہ، عبداللہ قطب شاہ اور ابوالحسن تاناشاہ بھی شاعر تھے جن کے دواوین موجود ہیں۔

ملّا وجہی، قلی قطب شاہ کا درباری شاعر تھا جس کی دو اہم کتابیں 'قطب مشتری' اور 'سب رس' ہیں۔ ملّا وجہی نے تین بادشاہوں کا دور دیکھا۔ وجہی نے نثر میں قصّۂ حسن ودل 1635 میں "سب رس" کے نام سے پیش کیا۔ یہ دکن میں اردو کی ادبی نثر کا پہلا نمونہ ہے۔ اس سے پہلے نثری تعلیمات تصوّف اور مذہبیات سے متعلّق تھیں۔ "سب رس" کو اپنی قصّہ گوئی کی خوبیوں کی وجہ سے اب بھی اردو نثر کی بہترین کتابوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

قطب شاہی دور کے دو اور بڑے شاعر غوّاصی اور ابنِ نشاطی ہیں۔ غواصی کی دو مثنویاں "سیف الملوک وبدیع الجمال" اور "طوطی نامہ" دکن کی اہم مثنویوں میں شمار ہوتی ہیں۔ ابن نشاطی نے "پھول بن" لکھی۔ فیروز، محمود، ملّا خیالی، جنیدی، میراں جی یعقوب اور سید بلاقی بھی اس دور کے ایسے شعرا ہیں جن کی تخلیقات کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اورنگ زیب کے دکن کو فتح کرنے سے پہلے دکنی شعر وادب کی وہ نسل سامنے آچکی تھی جس کی قیادت بجا طور پر ولیؔ دکنی کر رہے تھے۔

سترھویں صدی کے آخری زمانے میں بحریؔ، وجدیؔ، ذوقیؔ اور فراقیؔ جیسے شعرا بھی دکھائی دیتے ہیں لیکن ولیؔ کے سامنے کسی کا چراغ نہیں جلتا۔ ولیؔ دکنی ادب کی تین صدیوں کے ارتقا کی سب سے مضبوط کڑی کے طور پر ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ولیؔ کی زبان میں مقامی اور لسانی تجربوں کی پیش کش نے انھیں شمالی ہند میں بھی مقبول بنادیا۔ ولیؔ کی شاعری نے دہلی والوں کو نئے انداز واطوار کے ساتھ شعری اظہار کی طرف مائل کیا۔ دکن کے دورِ آخر کے شاعروں میں سراجؔ اورنگ آبادی کی بھی اہمیت مسلّم ہے۔ اس کے بعد ہی اٹھارھویں صدی کے آغاز میں اردو کا نیا لسانی مزاج تیار ہوا۔

5۔ خلاصہ

اس سبق میں آپ نے اردو زبان کے فروغ اور ادب کے ارتقا سے واقفیت حاصل کی۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ بھی جان لیا کہ کس طرح نثر و نظم کی تصانیف نے اردو کی تخلیقی روایت کو آگے بڑھایا۔ اس سبق سے آپ نے دکنی اردو کے مزاج و آہنگ

سے بھی واقفیت حاصل کی اور یہ واضح ہوا کہ جس زبان کا ہیولیٰ دہلی اور اس کے قرب وجوار میں تیار ہوا تھا اس نے دکن میں آکر ادب وشعر کا تخلیقی سفر طے کیا جسے اب ہم دکنی اردو یا قدیم اردو کے نام سے جانتے ہیں۔

* * *

Disclaimer	آن لائن کورس کے درسی مواد کی ترتیب وتدوین کے لیے این سی ای آر ٹی کی درسی ومعاون درسی کتابوں اردو زبان وادب کی تاریخ، اردو قواعد وانشا، اردو کی ادبی اصناف، رہنما کتاب، اردو تدریسیات، اردو زبان کی تدریس وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔